حسن ظن وسوء ظن

سید مزمل حسین نقوی*

ظن کے معانی گمان کرنے کے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

الف: حسن ظن ب: سوء ظن

حسن ظن یعنی اچھا گمان، خوش بینی، اچھی سوچ، اس کے مقابلے میں سوء ظن ہوتا ہے یعنی بد گمانی غلط سوچ۔ حسن ظن اور بد گمانی تین طرح کی ہو سکتی ہے۔

(i) اپنے متعلق حسن ظن اور سوء ظن

(ii) دوسروں کے متعلق حسن ظن اور سوء ظن

(iii) خدا کے متعلق حسن ظن اور سوء ظن

اپنے متعلق حسن ظن اتنا مفید نہیں ہوتا جتنا سوء ظن مفید ہوتا ہے۔ اپنے بارے میں حسن ظن غرور و تکبر میں مبتلا کر دیتا ہے۔ جب انسان اپنے متعلق یہ گمان کر لیتا ہے کہ میرے اعمال میرا کردار میری سوچ دوسروں سے بہتر ہے تو وہ غرور و تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جبکہ اگر وہ اپنے بارے میں سوء ظن رکھتا ہو تو یہ اس کے لیے ترقی و کمال کا باعث بنتا ہے۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

> وہ اپنے اعمال کی کم مقدار سے مطمئن نہیں ہوتے اور زیاد کو زیادہ نہیں سمجھتے۔ اس سلسلے میں وہ خود کو الزام دیتے ہیں۔ اپنے اعمال سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ جب ان میں سے کسی ایک کو صلاح و تقویٰ کی بنا پر سراہا جاتا ہے تو وہ اپنے حق میں کہی ہوئی باتوں سے لرز اٹھتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں دوسروں سے زیادہ اپنے نفس کو جانتا ہوں اور میرا پروردگار مجھ سے بھی زیادہ میرے نفس کو جانتا ہے۔
>
> خدایا ان کی باتوں پر میری گرفت نہ کرنا اور میرے متعلق جو یہ حسن ظن رکھتے ہیں مجھے اس سے بہتر قرار دینا اور میرے ان گناہوں کو بخش دینا جو ان کے علم میں نہیں ہیں۔(1)

دوسروں سے حسن ظن اور سوء ظن

ہم سب انسان اجتماعی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ہمارا ایک دوسرے سے تعلق اور ارتباط ناگزیر ہے۔ ایک دوسرے سے میل ملاپ ہماری ضرورت ہے۔ ہمارے معاشرے میں بہت سے لوگ حالت اضطراب میں رہتے ہیں۔ نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ بے چینی اور بے سکونی کا شکار ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کے ساتھ رہنے والے دوسرے افراد بھی متاثر ہوتے ہیں۔ حسن ظن اس معاشرتی زندگی کو خوشگوار بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے جبکہ سوء ظن سے بداعتمادی کی فضا پیدا ہوتی ہے جس کے نتیجے میں اجتماعی زندگی پر خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ حسن ظن سے محبت بڑھتی ہے اور سوء ظن سے نفرت پھیلتی ہے۔ حسن ظن سے نیکیاں بڑھتی ہیں اور سوء ظن سے برائیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

حسن ظن سے ہدایت کی راہیں کھلتی ہیں اور سوء ظن سے گمراہیاں جنم لیتی ہیں۔ مثلاً آپ باہر سے تشریف لائے۔ اندر دو آدمی باتیں کر رہے تھے۔ ان کی آپ پر نظر پڑی تو مسکرا دیے اب اگر آپ نے سوء ظن کیا۔ بدگمانی سے کام لیا۔ یعنی یہ سمجھ لیا کہ یہ مجھ پر ہنستے ہیں۔ یہ ضرور میرے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ اب آپ کے دل میں ان کے خلاف نفرت پیدا ہو گئی۔ آپ موقع کی تلاش میں رہیں گے کہ مجھے موقع ملے تو میں اپنی بے عزتی کا بدلہ لوں۔ آپ کو موقع ملا آپ نے ان کی بے عزتی کر دی۔ جب آپ نے ان کی بے عزتی کی تو ان کے دلوں میں بھی کدورت

---

*۔ مدیر مجلّہ سہ ماہی "نور معرفت" نور الہدیٰ مرکز تحقیقات (نمت) بھارہ کہو، اسلام آباد

پیدا ہو گئی۔ یوں بات آگے بڑھتی جائے گی۔ نہ ایک دوسرے کو سلام کریں گے نہ بات چیت کریں گے۔ گویا قطع تعلق کر لیں گے جو کہ انتہائی سخت گناہ ہے۔ دین سے خارج ہونے کا باعث بنتا ہے۔ اسی لیے امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

"آفۃ الدین سؤ الظن" (2)

یعنی: "سوء ظن دین کے لیے آفت ہے۔"

یعنی بد گمانی دین کو خراب کر دیتی ہے۔ جو شخص دوسروں سے سوء ظن رکھتا ہے وہ شیطان کے دام میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ ادائیگی حق میں کوتاہی کرتا ہے۔ مخالف کے احترام کا قائل نہیں رہتا۔ اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس کی غیبت کو جائز سمجھتا ہے۔ خود کو دوسروں سے بہتر سمجھتا ہے۔ گویا خود پسندی اور تکبر کا شکار ہو جاتا ہے۔

لیکن اس مذکورہ مثال میں اگر آپ حسن ظن سے کام لیں تو محبت بڑھے گی۔ آپ نے انھیں مسکراتے ہوئے دیکھا تو یہ سمجھ لیا کہ انھوں نے مجھے مومن سمجھا ہے۔ اسی لیے مسکرائے ہیں۔ کیونکہ مومن کو دیکھ کر مسکرانا بھی عبارت ہے۔ پس اس سے آپ کے دل میں ان کے لیے محبت بڑھے گی۔ جب محبت بڑھے گی تو آپ ان کے کام آئیں گے وہ آپ کے کام آئیں گے۔ یوں زندگی خوشگوار ہو جائے گی۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ حسن ظن سے فائدہ اٹھاؤ اس سے دلوں کو آرام ملتا ہے۔ نیز امیر المومنینؑ فرماتے ہیں،

"حسن الظن راحۃ القلب وسلامۃ البدن" (3)

یعنی: "حسن ظن دل کا سکون اور بدن کی سلامتی کا باعث بنتا ہے۔"

اگر انسان چاہتا ہے کہ وہ پرسکون رہے، اس کی زندگی مطمئن انداز میں گزرے تو اسے حسن ظن کو اپنانا ہوگا۔ سوء ظن سے اجتناب کرنا ہوگا۔ دوسروں کے افعال و کردار کی اچھی توجیہ کرنا ہوگی۔

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

"ضع امر اخیك علی احسنه حتی یأتیك ما یغلبك منه ولا تظنن بكلمة خرجت من اخیك سوءً وانت تجد لها فی الخیر محملاً" (4)

یعنی: "اپنے بھائی کے کردار کی بہترین تاویل کرو۔ یہاں تک کہ کوئی یقینی دلیل اس کے خلاف قائم ہو جائے۔ جب بھی تیرے بھائی کے منہ سے کوئی جملہ نکلے اگر اس میں ایک بھی اچھا احتمال ہو تو اس کے متعلق سوء ظن نہ کرو۔"

علامہ مہدی نراقی کہتے ہیں:

کسی مسلمان کے لیے سزاوار نہیں ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کے متعلق سوء ظن رکھے۔ بد گمانی کا شکار ہو۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہو دوسرے کے افعال و گفتار کو صحیح سمجھے۔ کبھی بھی انھیں برائی پر محمول نہ کرے۔ جب بھی کسی مسلمان کا کوئی عمل دیکھے یا کوئی بات سنے تو جہاں تک ممکن ہو اس کی صحیح توجیہ کرے۔ اپنے خیال کی تکذیب کرے۔ اس طرز تفکر پر قائم رہے۔ یہاں تک کہ حسن ظن اس کی عادت بن جائے اور بد گمانی کی فکر ختم ہو جائے۔ ہاں اگر حسن ظن، عزت و آبرو کے جانے، مال و متاع کے تلف ہونے یا دین کے خراب ہونے کا باعث بنے تو پھر اس سے اجتناب ضروری ہے۔ (5)

حسن ظن کے اثرات

1) حسن نیت: عمل کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے۔ عمل کا صحیح ہونا خلوص نیت پر بمبتنی ہے۔ اگر نیت خالص نہ ہو تو عمل بھی معیوب ہوتا ہے۔ اسی لیے عمل کی پاکیزگی کا معیار حسن نیت کو قرار دیا گیا ہے اور حسن نیت حسن ظن سے جنم لیتی ہے۔ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

"من حسن ظنه حسنت نیته"

یعنی: "جس کا گمان اچھا ہوگا اس کی نیت اچھی ہو گی۔"

2) محبت بڑھتی ہے، دوسروں کے بارے میں حسن ظن رکھنے سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

"من حسن ظنه بالناس حاز منهم المحبة" (6)

یعنی: "جو لوگوں سے حسن ظن رکھتا ہے وہ ان کی محبت کو حاصل کر لیتا ہے۔"

3) آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ فرماتے ہیں:

"من احسن الی الناس حسنت عواقبه وسهلت له طرقه" (7)

یعنی: "جو لوگوں کے متعلق اچھا سوچتا ہے ان کا انجام اچھا ہوتا ہے اور اس کے لیے راہیں آسان ہو جاتی ہیں۔"

4) غم کم ہو جاتے ہیں۔ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

"حسن الظن یخفف الهم وینجی من تقلد الاثم" (8)

یعنی: "حسن ظن غموں کو کم کر دیتا ہے اور گناہوں کے چنگل سے محفوظ رکھتا ہے۔"

5) بہترین ہدیہ۔ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

"حسن الظن من اکرم العطایا وافضل السجایا" (9)

یعنی: "حسن ظن بہترین ہدیہ اور بہت بڑی خصوصیت ہے۔"

بدگمانی کے اثرات

1. پریشانی بڑھ جاتی ہے۔ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

"من ساء ظنه تأمل" (10)

یعنی: "جو بدگمانی کرتا ہے وہ ہمیشہ پریشانی میں مبتلا رہتا ہے۔"

2. بدترین گناہ۔ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

"سؤ الظن بالمحسن شر الاثم واقبح الظلم" (11)

یعنی: "نیک انسان سے بدگمانی بدترین گناہ اور بدترین ظلم ہے۔"

3. امور کو خراب کر دیتا ہے۔

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

"سؤ الظن یفسد الامور ویبعث علی الشرور" (12)

یعنی: "بدگمانی امور کو خراب کر دیتی ہے اور شرور پر ابھارتی ہے۔"

4. دوستی ختم ہو جاتی ہے۔ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

"من غلب علیه سؤ الظن لم یترك بینه وبین خلیله صلحا" (13)

یعنی: "جس پر سوء ظن غالب آجائے اس کے اور دوست کے درمیان دوستی نہیں رہتی۔"

خدا کے متعلق حسن ظن اور سوء ظن

جس طرح لوگوں سے حسن ظن کا حکم دیا گیا ہے اور سوء ظن سے منع کیا گیا ہے اسی طرح خدا سے بھی حسن ظن رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور سوء ظن سے منع کیا گیا ہے۔ خدا سے سوء ظن رکھنا، اس سے مراد یہ ہے کہ رحمت الٰہی سے ناامید ہو جانا۔ مثلاً کسی سے خدانخواستہ کوئی گناہ ہو گیا

ہے اب وہ خدا سے مایوس ہو گیا ہے کہ وہ تو مجھے نہیں بخشے گا۔ ہر قسم کا سوء ظن برا ہے لیکن خدا کے متعلق سوء ظن گناہ عظیم ہے۔ اس کی سخت مذمت کی گئی ہے۔ قرآن نے انھیں کافر اور گمراہ کہا ہے۔

"وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللهِ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ"

یعنی: " اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو۔ خدا کی رحمت سے صرف کافر لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں۔" (14)

ایک اور مقام پر فرمایا:

"وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ" (15)

یعنی: " گمراہ افراد کے علاوہ کون اپنے رب کی رحمت سے مایوس ہوتا ہے۔"

صاحبان عقل و تقویٰ اپنے خدا کی نسبت سے حسن ظن رکھتے ہیں۔ وہ اس سے کبھی منحرف نہیں ہوتے۔ یہ بات قابل تعجب نہیں ہے کیونکہ انھوں نے خدا سے ایسی چیزیں دیکھ رکھی ہیں کہ جن کی وجہ سے وہ ہمیشہ خدا سے حسن ظن رکھتے ہیں۔ اچھا گمان رکھتے ہیں۔ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا ان کے ساتھ رحمت و احسان کا معاملہ کرے گا۔ دنیا و آخرت میں ان کے اعمال کا اچھا بدلہ دے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کو کبھی بھی ضائع نہیں کرے گا۔

گویا ہر حال میں بندے کو خدا سے اچھی اور اچھے کی امید رکھنی چاہیے رسول خداؐ اپنی زندگی میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن کی تلقین کیا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"انا عند ظن عبدی بی وانا معه اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرته فی ملاء خیر منهم" (16)

میں اپنے بندے کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کروں گا جیسا وہ میرے بارے میں گمان رکھے گا۔ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ پس اگر وہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے تنہائی میں یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ مجھے مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اُسے مجمع میں یاد کرتا ہوں جو اس سے بہتر ہوتا ہے۔ رسول خدا ﷺ نے اپنی رحلت کے وقت جن اہم باتوں کی مسلمانوں کو وصیت کی اس میں ایک وصیت یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھا کرو فرماتے ہیں کہ بندے کو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے اچھی امید رکھنی چاہیے خواہ وہ اپنی ذات سے متعلق ہو۔ کسی مسلمان سے متعلق ہو یا مسلمان قوم و اسلام سے متعلق ہو۔

اسی طرح عبادت میں بھی خدا سے حسن ظن رکھنا چاہیے۔ مثلاً نماز پڑھی ہے تو یہ نہ کہے کہ معلوم نہیں خدا قبول کرے گا بھی یا نہیں بلکہ خدا سے حسن ظن رکھے کہ ان شاء اللہ ضرور قبول کرے گا۔ وہ کریم ذات ہے۔ اس کی رحمت بہت وسیع ہے۔ وہ تھوڑے کے بدلے زیادہ دینے والا ہے جو شخص عبادت کے بعد بد گمانی کرتا ہے تو اس کی عبادت ضائع ہو جاتی ہے، امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

ایاك ان تسئی بالظن فان سؤ الظن یفسد العبادة (17)

البتہ یہ بھی یاد رہے کہ اپنی عبادت پر غرور نہیں ہونا چاہیے کہ میں نے اتنی عبادت کی ہے اب یقیناً جنت میں جاؤں گا۔ کوئی مجھے دوزخ میں نہیں بھیج سکتا۔ یہ غلط ہے۔ بلکہ عبادت کرنے کے بعد خدا سے یہ حسن ظن رکھیں کہ وہ اپنی رحمت کے سبب میری عبادت کو قبول کرے گا۔ اپنے فضل کے ذریعے جنت عطا کرے گا۔ حدیث قدسی میں خدا فرماتا ہے۔

وہ افراد جو ثواب کی خاطر میرے لیے عمل کرتے ہیں انھیں اپنے اعمال پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ وہ جتنی بھی کوشش کرلیں اور اپنے نفسوں کو تھکا دیں۔ میری عبادت انھیں بے حال کردیے۔ تب بھی وہ مقصر ہیں۔ میری عبادت کی حقیقت کو نہیں پا سکتے۔ میری کرامت، میری نعمات جنت میری قربت اور بلند درجات کو نہیں پا سکتے۔ لیکن اگر انھیں میری رحمت پر بھروسہ ہے۔ میرے فضل کی امید رکھتے ہیں اور میرے متعلق حسن ظن رکھتے ہیں تو پھر مطمئن ہو جائیں۔ میری رحمت انھیں گھیر لے گی۔ میں وہ خدا ہوں جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ (18)

حسن ظن ہی انسان کو کامیاب کر سکتا ہے۔ انسان جتنی بھی عبادت کرلے حق عبادت ادا نہیں ہو سکتا۔ ہماری عبادت ویسے بھی ناقص ہوتی ہے۔ نماز پڑھتے ہیں تو دسیوں خیالات ذہن میں آتے ہیں۔ نماز کی تمام شرائط کو مد نظر نہیں رکھتے۔ خشوع و خضوع نہیں ہوتا۔ بالفرض اگر سب کچھ کامل ہو۔ صحیح ہو، تمام شرائط کے ساتھ ہو تب بھی عظمت الٰہی کے سامنے اس کی کیا حیثیت ہے۔

امام سجادؑ جنھیں زین العابدین کہتے ہیں وہ خدا کے سامنے عجز وانکساری کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ " ما عبدنا حق عبادتك" یعنی: "اے پروردگار ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا۔" جب ائمہ معصومینؑ یہ فرماتے ہیں تو ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے عبادت کا حق ادا کر دیا ہے۔ للذا ہم جتنی بھی عبادت کرلیں خدا کی عظمت کے آگے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان اپنی عباتوں کے ذریعے میری جنت اور بلندی درجات کو نہیں پا سکتا۔ لیکن میری رحمت اور مجھ سے حسن ظن کے طفیل یہ چیزیں حاصل کر سکتا ہے۔

البتہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان عبادت کرنا چھوڑ دے۔ نیک اعمال کو ترک کردے۔ اعمال ضروری ہیں لیکن ان پر بھروسہ نہیں ہونا چاہیے۔ عمل کرنے کے بعد حسن ظن رکھیں۔ وہ شخص بے وقوف ہے جو عمل نہیں کرتا لیکن رحمت کی امید رکھتا ہے۔ کوئی کسان ایسا نہیں ہے جو بیج نہ بوئے اور پیداوار کی امید رکھے۔ للذا عمل کریں پھر خدا کی رحمت کی امید رکھیں۔ قرآن کریم میں خدا فرماتا ہے:

" وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ " (19)

یعنی: " اور اسے ڈرتے ہوئے اور امیدوار بن کر پکارو، یقیناً خدا کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہوتی ہے۔"

رسول خداﷺ فرماتے ہیں کہ خدا کو اس سے شرم محسوس ہوتی ہے کہ کوئی مومن اس سے حسن ظن رکھے اور وہ اس کے ظن کو پورا نہ کرے۔ پس اچھے عمل کرنے کے بعد خدا سے حسن ظن رکھیں اگر خدا نخواستہ کوئی گناہ ہو گیا ہے تب خدا سے بخشش کی امید رکھے اور حسن ظن رکھے۔

جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ وہ اعمال جو اس نے مخلصانہ انجام دیے ہیں بغیر کسی وجہ سے خدا انھیں مسترد کردے گا اور جو کام اس نے نہیں کیے یا غیر اختیاری طور پر کیے ہیں ان کی سزا دے گا۔ یا یہ گمان رکھے کہ خدا مشرکین، دشمنان دین، ظالموں اور انبیاء وائمہ معصومین کی تکذیب کرنے والوں اور انھیں شہید کرنے والوں کو بخش دے گا۔ انھیں اجر و ثواب سے نوازے گا۔ حتیٰ کہ جس کی تمام عمر اطاعت خدا میں گزری ہے اسے اسفل السافلین میں بھیج دے گا۔ جس نے تمام عمر خدا کی نافرمانی اور رسول خداؐ کی دشمنی میں گزاری ہے اسے اعلیٰ علیین میں جگہ دے گا۔ نیک و بد خدا کے نزدیک برابر ہیں تو یہ سب بھی خدا کے متعلق سوء ظن ہے۔

جو یہ گمان کرتا ہے کہ ایک شخص خدا سے بڑے اشتیاق سے دعا مانگتا ہے۔ آہ وزاری کرتا ہے، تضرع کرتا ہے۔ اس سے مانگتا ہے۔ اس کی مدد کا طلب گار ہے۔ اس پر توکل کرتا ہے۔ لیکن خدا اسے مایوس کردے گا۔ اس کی دعا و طلب کو پورا نہیں کرے گا وہ بھی خدا کی نسبت بدگمان ہے۔

بعض لوگ خدا کی نسبت بدگمان ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ خدا ان کا حق ضائع کر رہا ہے۔ جو خدا نے انھیں دیا ہے وہ اس سے زیادہ کے حق دار تھے۔ گویا وہ سمجھ رہے ہیں کہ خدا نے ان پر ظلم کیا ہے۔ ان کا حق نہیں دیا ہے۔ اگرچہ وہ ان باتوں کو زبان پر نہیں لاتے لیکن دل میں خیال کرتے ہیں تو یہ بھی بدگمانی اور سوء ظن میں آئے گا۔

گناہوں کے بعد سوء ظن

بعض افراد گناہوں کے بعد خدا سے سوء ظن رکھتے ہیں کہ اب توبہ کر بھی لیں تو خدا معاف نہیں کرے گا۔ یہ بھی خدا کی نسبت بدگمانی ہے۔ للذا ہمیں چاہیے کہ اگر گناہ ہو گیا ہے تو توبہ کریں اور خدا سے بخشش کی امید رکھیں کہ وہ ضرور معاف کردے گا۔

سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

" قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ " (20)

یعنی: " کہہ دیجیے اے میرے بندوں جنھوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی ہے وہ بھی رحمت خدا سے مایوس نہ ہوں، یقیناً خدا تمھارے سارے گناہ معاف کردے گا بے شک وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

مقدرات الٰہی کے متعلق سوء ظن

بعض افراد یہ خیال کرتے ہیں کہ خدا نے ہمارے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ ہمیں غریب بنا دیا فلاں کو امیر بنا دیا۔ ہم مریض ہیں وہ صحت مند ہے۔ ان کی اولاد صحیح و سالم ہے اور ہماری اولاد ناقص الخلقت ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں سوچنا چاہیے کیونکہ دنیا دار البلا ہے۔ آزمائش کی جگہ ہے۔ اصل زندگی آخرت کی ہے۔ وہ ہمارا امتحان لیتا ہے۔ کبھی دولت دے کر آزماتا ہے کہ کیا یہ میرے واجبات ادا کرتا ہے۔ غریبوں کی مدد کرتا ہے۔ خمس زکوۃ دیتا ہے۔ حج و زیارات کرتا ہے اور کبھی غربت دے کر آزماتا ہے کہ یہ غربت کے باوجود کیا میرا شکر ادا کرتا ہے۔ اس طرح صحت و بیماری کے ذریعے آزماتا ہے۔

البتہ اولاد کے ناقص الخلقت پیدا ہونے میں زیادہ تر قصور ماں باپ کا ہوتا ہے۔ وہ شریعت کے بنائے ہوئے اصولوں کا خیال نہیں رکھتے اس لیے ایسا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب سیلاب یا زلزلہ آتا ہے تو سوء ظن کرتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے عذاب ہے۔ ہمارے گناہوں کی سزا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس میں نیک اور برے دونوں افراد کا فائدہ ہوتا ہے۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں:

ان آفات میں دونوں کا فائدہ ہوتا ہے۔ نیک افراد جب مرتے ہیں تو گویا انھیں دنیا کی مصیبتوں اور تکلیفوں سے چھٹکارا مل جاتا ہے اور برے لوگوں کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ جس زندگی کے وہ عادی ہو چکے ہوتے ہیں اس سے ان کی سزا میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ جب ان کی موت آتی ہے تو ان کے گناہ کم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح وہ زیادہ سزا سے بچ جاتے ہیں۔ (21)

پس خدا سے ہر حال میں حسن ظن رکھیں اور سوء ظن سے پرہیز کریں۔

*****

حوالہ جات

1۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۱، خطبہ ہمام

2۔ علی بن محمد الوسطی، عیون الحکم والمواعظ، ص ۱۸۲

3۔ علی بن محمد الواسطی، عیون الحکم والمواعظ، ص ۲۲۹

4۔ کلینی، الکافی، ج ۲، کتاب الایمان والکفر، باب التھمۃ، ح ۳، ص ۳۶۲

5۔ جامع السعادات، ج ۱، ص ۲۵۴، حسن ظن

6۔ علی بن محمد الواسطی، عیون الحکم المواعظ، ص ۴۳۵، باب ۲۴

7۔ علی بن محمد الواسطی، عیون الحکم المواعظ، ص ۴۴۹

8۔ عیون الحکم والمواعظ، ص ۲۲۸

9۔ عیون الحکم والمواعظ، ص ۲۲۸

10۔ عیون الحکم والمواعظ، ص ۴۵۱

11۔ عیون الحکم والمواعظ، ص ۲۸۴

12۔ عیون الحکم والمواعظ، ص ۲۸۳

13۔ عیون الحکم والمواعظ، ص ۴۳۳

14۔ یوسف: ۸۷

15۔ حجر: ۵۶

16۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب توحید، ج۸، ص ۱۷۱

17۔ غرر الحکم، ۲۷۰۹و ۵۷۴۸

18۔ شیخ طوسی، الامالی ص ۲۱۲، ح ۱۸/۳۶۸

19۔ اعراف: ۵۶

20۔ زمر: ۵۳

21۔ مجلسی، بحار الانوار، ج ۳، ص ۱۳۹